and
gs\Owner\Desktop\Sh
Main JPG not found

اداریہ

بیگ احساس — پہلی بات — 5

نقوش زور

ڈاکٹر سید محی الدین قادری زورؔ — 7

خراج عقیدت

لئیق صلاح — ''خودنمائی تو نہیں شیوۂ اربابِ وفا'' — 8

مضامین

انور سدید — ڈاکٹر وزیر آغا سے آخری ملاقات — 13
معین الدین عقیل — تحقیق میں اخلاص اور سنجیدگی کی ایک مثال: نورالسعید اختر — 18
عبدالقوی دسنوی — ڈاکٹر گیان چند محقق اقبالیات — 22
صغیر افراہیم — شہریار ______ ایک تعارف — 27
سید احمد قادری — بے باک افسانہ نگار: مشرف عالم ذوقی — 29
شمیم زہرا کاظمی — رباعیاتِ قائمؔ چاندپوری — 35

ناول

خالد حسینی / علی ظہیر — پتنگ باز — 39

شاعری

غزلیں: ☆ حامدی کاشمیری ☆ رؤف خیر ☆ اظہار وارثی ☆ شکیل اعظمی ☆ سیفی سرونجی ☆ اصغر شمیم ☆ فہیم جاوید — 47
نظمیں: دعا ☆ ایک دعا ☆ برگ نور: حامدی کاشمیری ☆ شکست کامرانی ☆ فرخ شاہد ☆ سفینے رواں دواں: ششیند رشرما' ترجمہ: ڈاکٹر غیاث متین

افسانے

سلیم اختر مکرانی — سناٹا — 56
محمد خالد انصارر — ناتمام — 60

مطالعہ

محمد حسن الہ آبادی — فروغ نو (مجموعہ نعت) — 66

نقد و نظر

''قرۃ العین حیدر _ قاف تا قاف' اردو نگارشات / ہربنس سنگھ تصورؔ:: تبصرہ نگار: ڈاکٹر حبیب نثار — 68
''نیند شرط نہیں' / خواجہ جاوید اختر:: تبصرہ نگار: رؤف خیرؔ
''چند نمائندہ شاعرات' / ڈاکٹر شاہد نوخیز اعظمی:: تبصرہ نگار: شاہین فاطمہ

کیا وہ لکھیں گے جواب میں

راج بہادر گوڑ: (نذرانہ عقیدت) علی ظہیر — ☆ حامدی کاشمیری ☆ عبدالغفار شکیل ☆ سید شکیل دسنوی ☆ رؤف خیر ☆ ثریا صولت حسین ☆ مصطفٰے شہاب ☆ عبدالمجید باری ☆ خالد جاوید ☆ مشرف عالم ذوقی ☆ وسیم عباس — 74

جلد: ۷۳
شمارہ: ۱۰
ماہ: اکتوبر
سال: ۲۰۱۱ء

قیمت: 25روپے

زرسالانہ: 275روپے
کتب خانوں سے: 300روپے
پاکستان: 20 ڈالر
امریکہ: 30 ڈالر
برطانیہ: 25 پونڈ
کینڈا: 30 ڈالر
خلیجی ممالک: 30ڈالر

دوامی رکنیت: 5000روپے
امریکی ڈالر: 200
پونڈ/یورو: 250

چیک یا ڈرافٹ
The 'Sabras' Monthly,
Hyderabad' نام سے ارسال کریں

مجلس مشاورت

سرپرست: راجکماری اندرادھن راج گیرجی
صدر: جناب زاہد علی خاں
معتمد عمومی: پروفیسر ایس۔اے۔شکور
اراکین: پروفیسر مغنی تبسم
پروفیسر گوپی چند نارنگ
پروفیسر مجتبیٰ حسین
پروفیسر اشرف رفیع
پروفیسر سلیمان اطہر جاوید

مدیر: پروفیسر بیگ احساس

سرورق: ڈاکٹر راج بہادر گوڑ

Phone: 040-23310469 Fax: 040-23374448

مراسلت و ترسیل زر کا پتہ
ایوان اردو، پنجہ گٹہ روڈ، سوماجی گوڑہ، حیدرآباد 500 082. انڈیا
(E-mail)برقی پتہ: idarasabras@yahoo.in

پرنٹر پبلشر پروفیسر ایس۔اے۔شکور نے او۔ایس۔گرافکس، نارائن گوڑہ میں طبع کرواکے ادارۂ ادبیات اردو سے شائع کیا۔

راہِ مضمون تازہ بند نہیں
تا قیامت کھلا ہے بابِ سخن

پہلی بات

بیاض نویسی وتذکرہ نگاری اردو کی قدیم روایت ہے۔اردو تذکرہ نویسی کا آغاز فارسی اورترکی کے زیراثر ہوا۔فارسی اورترکی تذکرہ نویسیوں نے براہِ راست عربی تذکرہ نگاروں سے اثرات قبول کیے۔نکات الشعراء‘ گلشن گفتار‘ تحفتہ الشعرا سے ’’آب حیات‘‘ تک ہمارے ادب نے کئی مراحل طے کیے۔تذکروں کا ترقی یافتہ روپ ہماری ادبی تاریخ ہے۔تقریظ کا رواج بھی ہمارے ادب میں عربی سے آیا۔ تقریظ میں لفاظی‘ عبارت آرائی اور مصنف یا کتاب کی غیر معتدل‘ غیر مدلل مداحی پر زور دیا جاتا تھا۔مرزا غالبؔ نے اپنے شاگردوں اوردوست احباب کے کلام پر کئی تقریظیں لکھیں غالبؔ اورسرسیدؔ والے معاملے سے ادب کا ادنیٰ طالب علم بھی واقف ہے۔تقریظ کا بدلا ہوا روپ پیش لفظ اور مقدمہ ہے۔یہی رجحان وقت کے ساتھ بڑھتے بڑھتے خاص نمبروں اور خصوصی نمبروں تک پہنچا۔مختلف رسائل نے موضوعاتی خاص نمبر بھی شائع کیے اور مخصوص فن کاروں پر بھی خصوصی نمبر شائع کیے۔یہ نمبر فنکاروں کی وفات کے بعد بھی شائع کیے گئے اوران کی زندگی میں بھی__ شخصیات نمبر‘ آپ بیتی نمبر‘ فن اور شخصیت نمبر سب کے سب صفِ اول کے ادیبوں‘ شاعروں‘ نقادوں اور محققوں سے متعلق ہوتے تھے۔ایڈیٹر بڑی جاں فشانی سے مضامین لکھوا یا کرتے تھے اور خصوصی نمبر کو یادگار بنانے کی کوشش کرتے تھے۔اوپن مارکٹ اور صارفیت کے اس عہد میں مدیرانِ جراید نے اپنے خصوصی نمبر‘ اور خصوصی گوشوں کو ہراس فن کار تک پہنچا دیا ہے جو’’صاحبِ استطاعت‘‘ ہو۔ ہمارے ادیب وشاعر پہلے کے مقابلے میں آج کل زیادہ خوش حال ہیں۔وہ رسالہ تو خریدنا نہیں چاہتے لیکن خصوصی نمبر یا گوشہ خریدنے پر بخوشی راضی ہو جاتے ہیں۔ ہمارے اکثر رسائل ’’گوشوں‘‘ کی مدد سے زندہ ہیں۔اردو رسائل کی تعدادِ اشاعت اتنی نہیں ہوتی کہ ABC (آڈٹ بیورو یوسرکیولیشن) کا سٹیفکیٹ حاصل کرسکیں اوراس کی بنیاد پر خانگی اور سرکاری اداروں سے اشتہار کا حق مانگیں۔ایک زمانہ تھا اردو کے بعض رسائل ایک لاکھ سے زیادہ چھپتے تھے۔ماہ نامہ ’’شمع‘‘ میں پچاس فی صد سے زیاہ صفحات پر اشتہارات ہوا کرتے تھے۔’’بیسویں صدی‘‘ بھی مقبول رسالہ تھا۔جاسوسی دنیا ورومانی دنیا کا لوگ بے چینی سے انتظار کرتے تھے یہ ناول مارکٹ میں آتے ہی ہاٹ کیک کی طرح فروخت ہوجایا کرتے تھے۔ہر ریلوے بک اسٹال پر اردو کے رسالے اور ناول نظر آتے تھے۔اب ایرپورٹ کے بک اسٹال پر تو دور کی بات ہے بس اسٹانڈ پر بھی اردو ناول اور رسالے نہیں ملتے۔ان ناولوں کی مقبولیت واہمیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ آج ان کے انگریزی تراجم کیے جارہے ہیں۔یہ ترجمہ وہ لوگ کررہے ہیں جنھوں نے ادب کو ایک مخصوص حلقے تک محدود کردینے کے رجحان کی قیادت کی تھی۔اس پورے دور میں کوئی ناول نہیں لکھا گیا۔افسانے سے قصہ پن اور کہانی کا جوہر

Sherosokhan شعر و سخن
Urdu Web Magazine www.sherosokhan.com

چھین لیا گیا تھا۔ ایک پوری نسل کو گمراہ کیا گیا ''شمع'' کا ادارہ ادیبوں وشاعروں کو معاوضہ بھی دیا کرتا تھا۔ تقسیم سے قبل اور بعد میں بھی ساقی، ہمایوں، ادبی دنیا، ادب لطیف، سویرا وغیرہ خوب پڑھے جاتے تھے۔ ''ادبی دنیا'' میں کرشن چندر، سعادت حسن منٹو اور بیدی کی کہانیوں پر انعام کا اعلان بھی کیا گیا تھا۔ اب دور بدل گیا ہے اب فن کار کو اپنا گوشہ چھپوانے کے لیے نقد پیسہ، اشتہارات یا رسالے کی کثیر تعداد میں کاپیاں خریدنی پڑتی ہیں۔ اپنا گوشہ خود تیار کروانا ہوتا ہے۔ بے چارہ دوستوں سے خوشامد اور نقادوں سے منت وسماجت کر کے مضامین لکھواتا ہے۔ ایڈیٹر کا کام صرف صفحات کی تعداد مختص کرنا ہوتا ہے۔ اس کا ایک فائدہ تو یہ ہوا کہ بہت سے ایسے فن کار متعارف ہوئے جن کو نقادوں نے نظر انداز کر دیا تھا یا جو کسی گروپ سے وابستہ نہ تھے یا جنھیں کم جانا جاتا تھا یا لوگ انھیں بالکل ہی نہیں جانتے تھے وہ ان کے کام سے واقف ہوئے۔ ان میں مغربی وخلیجی ممالک کے فن کاروں سے کافی فیض اُٹھایا گیا۔ ایڈیٹروں نے بھی انھیں مقدور بھر اہتمام سے پیش کیا۔ لیکن ان فن کاروں کو یہ شکایت ہے کہ جب کوئی نقاد اپنے طور پر مضمون لکھتا ہے تو تیسری دنیا کے ان فن کاروں کو مکمل نظر انداز کر دیتا ہے۔ ہمارے نقادوں کو اپنے اپنے گروپ کے فن کاروں کے بت بنانے سے ہی فرصت نہیں ہے۔ کسی بھی سہ ماہی رسالے کا تقریباً پورا شمارہ کسی ناول کو پرموٹ کرنے کے لیے وقف کر دیا جائے تو کیا سمجھنا چاہیے؟ یہ کہ مارکٹ میں نیا پراڈکٹ آیا ہے۔ اور یہ اس کا کمپین ہے۔ یا کیا ہمارے عہد کی عظیم کتاب منصۂ شہود پر آ گئی ہے؟ کیا اس کی عظمت کا فیصلہ سنا دیا گیا؟ کیا ہمیں اردو میں نوبل پرائز ملنے کی خوشخبری سننے کے لیے تیار ہو جانا چاہیے؟ سوال تو یہ بھی ہے کہ کیا کوئی رسالہ یا کچھ لکھنے والے کسی کتاب کو زندہ جاوید بنا سکتے ہیں یا وقت اس کا فیصلہ کرتا ہے؟ اس سے قبل بھی کچھ مخصوص کتابوں کی عظمت کے گیت گائے گئے تھے بے شمار رسائل نے اپنے صفحات ان کتابوں کی تعریف کے لیے وقف کیے۔ کیا وہ کتابیں ہماری تاریخ ادب کا ناقابل فراموش حصہ بن گئیں؟ اردو کے دو اور نئے ناول شائع ہوئے ہیں کیا وہ رسالہ ان پر بھی اتنی ہی توجہ صرف کرے گا؟ اگر نہیں تو پھر یہ سب کیا ہے؟ اور ایسا کیوں کیا جا رہا ہے اس سے ناول کا آزادانہ مطالعہ کرنے والوں کے ذہن خوامخواہ ہی مشروط ہو جائیں گے۔ اور منفی ردّ عمل کے امکانات بھی پیدا ہوں گے۔

مشہور کمیونسٹ قاید اور عظیم انسان ڈاکٹر راج بہادر گوڑ کا انتقال ۷/ اکتوبر کو ہوا۔ راج بہادر گوڑ نے درویشانہ زندگی گزاری، دو بار ممبر آف پارلیمنٹ منتخب ہوئے اور کئی اہم عہدوں پر فائز ہونے کے باوجود انھوں نے کار تک نہیں خریدی اور نہ کبھی تعیش کی زندگی کی طرف آنکھ اُٹھا کر دیکھا۔ مرنے کے بعد ان کی وصیت کے مطابق ان کا جسم عثمانیہ میڈیکل کالج کے سپرد کر دیا گیا۔ راج بہادر گوڑ ایک خوش مزاج رہنما اور اردو کے سچے پرستار تھے ان کے ساتھ ایک پورا عہد ختم ہو گیا۔ ادارہ ان کے لواحقین کے غم میں برابر کا شریک ہے۔

غزل کے لافانی فن کار جگجیت سنگھ کا انتقال بھی ۱۰/ اکتوبر کو ہوا۔ جگجیت سنگھ آخری بار فیض احمد فیض تقاریب کے سلسلے میں حیدر آباد آئے تھے۔ ان کی ذاتی زندگی بے شمار صدمات کا شکار رہی لیکن انھوں نے کبھی زندگی سے فرار حاصل نہیں کیا اور غزل گائکی کو نئی منزلوں تک لے گئے۔ ادارہ ان کی روح کی شانتی کے لیے دعا گو ہے۔

بیگ احساس

نقوشِ زورؔ

دکن کی زبان اور تحریروں کو شبہ یا بے اطمینانی کی نظر سے دیکھنے والے کیا اس حقیقت سے انکار کر سکتے ہیں کہ یہی وہ زبان ہے جس میں اردو کے ایسے ایسے اولین ادبی شہہ کار لکھے گئے جو آج بھی بڑے انقلابوں اور ناقدر فہمیوں کے باوجود زندہ اور باقی رہ کر اپنے لازوال اور غیر فانی ہونے کا ثبوت دے رہے ہیں۔ یہی وہ زبان ہے جس نے کئی سو سال تک دکن میں آزاد نشو ونما حاصل کی اور شہنشاہ اورنگ زیب عالم گیر کے زمانہ میں اپنی اس ترقی اور تربیت و جلا یافتہ شکل کے ساتھ اس ملک میں پہنچی جہاں کے باشندے آج اپنے کو اہل زبان سمجھتے ہیں اور اس ملک کے باشندوں کو جہاں سے انھوں نے اس زبان کو ترقی یافتہ شکل میں حاصل کیا تھا بے زبان سمجھتے ہیں!!

آج یہ بات روز روشن بن گئی ہے کہ دکن کے عادل شاہی اور قطب شاہی کتب خانوں کی ہزار ہا اردو کتابیں جب مالِ غنیمت بن کر شمالی ہند اور خاص کر دہلی پہنچتی ہیں تو وہاں کے باشندوں کو معلوم ہوتا ہے کہ آج تک کس خواب خرگوش میں تھے۔ بیدار ہوتے ہی انھوں نے سب سے پہلے اپنی فارسی دانی اور فارسی تصنیف و تالیف کو خیر باد کہا اور دکن اور دکنی مصنفین کی تقلید میں زبان اردو میں لکھنا شروع کیا۔ یہی سبب ہے کہ دہلی کے ابتدائی اردو شاعروں کی زبان وہی ہے جو دکن کے شاعروں کی تھی اور جو ذرا تغیر یافتہ شکل میں اب بھی دکن میں بولی جاتی ہے۔

سید محی الدین قادری زورؔ

(رسالہ ’’مجلّہ عثمانیہ‘ حیدر آباد۔ نومبر ۱۹۳۲ء)